تحقیق التراویح

تراویح کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"جعل اللہ صیامہ فریضۃ و قیام لیلہ تطوعاً" (مشکوٰۃ)

"اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کو فرض کر دیا ہے اور قیام رمضان (تراویح) کو نفل قرار دیا ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"من قام رمضان ایماناً و احتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔"

"جس شخص نے رمضان کا قیام کیا خلوص سے اور طلبِ ثواب سے تو اس کے جتنے بھی پہلے گناہ ہوتے ہیں، وہ بخش دیئے جاتے ہیں۔"

تراویح با جماعت مسجد میں رسول اللہؐ کی سُنّت ہے

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان مبارک میں ایک رات مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھی۔ چند مقتدیوں نے بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی، صبح انہوں نے ایک دوسرے سے ذکر کیا کہ آج رات آں حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز با جماعت پڑھائی ہے، تو دوسری رات زیادہ لوگ مسجد میں جمع ہو گئے۔ تمام نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

پھر صبح آپس میں اس بات کا تذکرہ ہوا تو تیسری رات بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

جب چوتھی رات ہوئی تو اس کثرت سے لوگ آئے کہ مسجد میں گنجائش ہی باقی نہ رہی۔ لیکن اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہ پڑھائی۔ لوگ تمام رات انتظار کرتے

رہے، صبح کے وقت آپؐ تشریف لائے اور نمازِ فجر پڑھائی۔ نماز کے بعد آپؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

"امّا بعد ـــ فانّہ لم یخف علیّ مکانکم لکنّی خشیت ان تفرض علیکم فتعجزوا عنہا فصلّوا ایّہا النّاس فی بیوتکم ـ الحدیث" (بخاری)

"بے شک تمہارا اس جگہ جمع ہونا مجھ سے مخفی نہ تھا (یعنی رات بھر میں پس پردہ تمہاری حاضری دیکھتا رہا ہوں) لیکن میں اس ڈر سے نہ نکلا کہ کہیں (یہ نمازِ تراویح) تم پر فرض نہ ہو جائے، پھر تم اس کے ادا کرنے سے عاجز رہو۔ لوگو! (سنو) تم اس نماز کو اپنے گھروں ہی میں پڑھ لیا کرو۔"

ابنِ ہمامؒ نے فتح القدیر جلد اوّل ص۱۰۵ پر، اور مولانا احمد علی حنفی سہارن پوری نے بخاری کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ:

"ترکہ لعذر"

کہ "اس عذر کی بناء پر آپؐ نے جماعت کو ترک کر دیا۔"

بخاری اور مسلم میں ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترکِ جماعت کی یہ وجہ بیان کر کے فرمایا:

"فصلّوا یا ایّہا النّاس فی بیوتکم"

"لوگو! اپنے اپنے گھروں میں اس نماز کو پڑھو۔"

امام ابنِ ہمام، مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری کی تحریر اور بخاری مسلم کی حدیث سے ظاہر ہے کہ خوفِ فرضیت کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کو ترک کیا، نماز کو ترک نہیں کیا۔

چنانچہ صحابہؓ کرام کو حکم دیا کہ وہ اس نماز کو اپنے گھروں میں ادا کریں۔ چونکہ اب وحی کا سلسلہ بند ہے، فرضیت کا کوئی خطرہ نہیں، لہٰذا آٹھ رکعت نمازِ تراویح باجماعت سارے رمضان میں پڑھنا جواز کا درجہ رکھتی ہے۔

حنفی اکابر علماء کی تحقیق کے مطابق آٹھ رکعت تراویح بھی ثابت ہے، جماعت بھی ثابت ہے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو عذر کی بناء پر یہ نماز اپنے گھر میں پڑھنے کا حکم دیا۔ اب یہ عذر نہیں ہے، لہٰذا تراویح باجماعت پڑھی جا سکتی ہے۔

تراویح سنّتِ رسول اللہؐ ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن مسجد میں نمازِ تراویح ادا کی اور فرض ہونے کے خوف سے ترک کر دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر یہ خوف نہ ہوتا تو آپ سالا رمضان اسے پڑھاتے۔ اب چونکہ یہ خوف نہیں رہا، اس لیے نمازِ تراویح باجماعت مسجد میں ادا کرنی نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہوئی۔

ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ

بعض لوگ مساجد میں رمضان کے اندر تراویح باجماعت پڑھنے کو مولویوں کی ایجاد سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ نمازِ تہجد ہی رمضان و غیر رمضان میں پڑھنی چاہیے، مساجد میں التزام کے ساتھ تراویح کا پڑھنا حضورؐ سے ثابت نہیں۔ آپؐ نے تہجد ہی پڑھی ہے، تراویح نہیں۔

تو اس کے جواب میں گذارش ہے کہ وہی تہجد جو گیارہ مہینے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے، رمضان میں اسی کو تراویح کی صورت میں ادا فرماتے تھے یعنی وہی تہجد رمضان میں تراویح بن جاتی تھی، اور آپؐ تراویح پڑھ کر پھر تہجد نہیں پڑھتے تھے۔ اور غیر رمضان میں سونے کے بعد اُٹھ کر پڑھتے تو وہ نمازِ تہجد کہلاتی تھی۔

تراویح یا نمازِ وتر کے پیچھے فرض نماز

تراویح کے پیچھے فرض ہو جاتے ہیں، دلیل اس کی یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھ کر، پھر اپنی قوم کو جا کر نماز پڑھاتے تھے۔ یہ قوم کے تو فرض ہوتے اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نفل ہوتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض ہو جاتے ہیں۔ تراویح بھی نفل ہے، پس تراویح اور وتر کے پیچھے فرض ہو سکتے ہیں۔ (نیل الاوطار)

قیامِ مسنون

قیامِ رمضان یا نمازِ تراویح

جب تعین ہو جائے کہ کل سے روزہ شروع ہوگا تو اسی رات عشاء کی نماز کے بعد تراویح شروع کر دی جائیں۔ نمازِ تراویح کا طریقہ اور تعداد وہی ہے، جو نمازِ تہجد کی ہے۔ اس لیے کہ دراصل یہ دونوں نمازیں ایک ہی ہیں، صرف نام اور اعتبار مختلف ہیں۔ اس بات کا فیصلہ اور تعدادِ رکعات کا فیصلہ

حضرت عائشہؓ اور حضرت عائشہؓ اور حضرت جابرؓ نے کر دیا ہے :

حدیثِ اوّل

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو سلمہؓ نے قیامِ رمضان (نمازِ تراویح) کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی رکعات پڑھا کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا:

"ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدٰی عشرۃ رکعۃ"

یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رمضان ہو یا غیر رمضان، ہمیشہ (مغرب وعشاء کے علاوہ) رات کی نماز مع وتر کے گیارہ ہی رکعت پڑھا کرتے تھے۔"

تشریح: اگر حضرت عائشہؓ کی روایت کو صرف تہجّد پر محمول کر لیا جائے تو جواب سوال کے مطابق نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ سائل کا سوال قیامِ رمضان یعنی نمازِ تراویح کے متعلق ہے اور جواب میں تراویح کا ذکر ہونا لازمی ہے۔ لہٰذا یہ بات ماننے کے قابل نہیں کہ حضرت عائشہؓ نے تراویح کے بارے میں سائل (ابو سلمہؓ) کو جواب نہیں دیا ہے۔ ہاں یہ امرِ واقعہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے جواب میں صلوٰۃِ رمضان کے ساتھ غیر رمضان کا ذکر کر کے یہ مسئلہ واضح کر دیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو نماز غیر رمضان میں پڑھا کرتے تھے، وہی نماز رمضان میں پڑھتے تھے۔ رمضان کی نماز کوئی الگ نماز نہیں تھی۔

اس حدیث سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان میں آٹھ رکعت (نمازِ تراویح) پڑھنا ثابت ہوا۔ اور اس حدیث کی صحت کا یہ حال ہے کہ اُمّت میں ایک محدّث بھی ایسا نہیں گذرا، جس نے اسے ضعیف کہا ہو، یا کسی امام یا فقیہ نے اس پر جرح کی ہو۔ حدیث بالا جرح، قدح، ضعف واعتراض سے، قیل وقال سے پاک اور مبرّا ہے۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو آٹھ رکعت (نمازِ تراویح) دی ہیں، یہی سنّت ہے اور مسلمانوں کو اسی پر عمل کرنا چاہیئے!

دوسری حدیث

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"صلّی بنا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فی شھر رمضان ثمانی رکعات فاوتر۔ الحدیث" (ابنِ حبان وابن خزیمہؒ)

"حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ماہِ رمضان میں آٹھ رکعت (نفل) پڑھائے اور پھر وتر پڑھائے۔"

تعاملِ صحابہؓ

حضرت عمر فاروقؓ کا حکم

"عن سائب بن یزید قال امر عمر ابی بن کعب و تمیما الداری ان یقوما للناس فی رمضان باحدی عشرۃ رکعۃ۔ الحدیث!"

(مؤطا امام مالکؒ)

"سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں گیارہ رکعت (نمازِ تراویح مع وتر) پڑھائیں۔"

حضرت عمرؓ کا گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کے نزدیک گیارہ رکعت (نمازِ تراویح مع وتر) سنّت ہے، اور اسی پر صحابہ کرامؓ کا عمل تھا۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ تراویح کی نماز آٹھ رکعت (مع وتر گیارہ رکعت) ہی سنّت ہے۔ اس کے خلاف جو لوگ بیس رکعتیں پڑھتے ہیں، اور اس کو سنّت کہتے ہیں یا بتاتے ہیں، وہ سراسر غلط ہے۔

خود حنفیوں کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ تراویح آٹھ رکعت بغیر وتر کے پڑھی ہے۔ بیس ۲۰ رکعت کا ثبوت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں!

فقہائے کرام کا فیصلہ

پہلی شہادت حنفیوں کے بہت بڑے عالم علامہ طحطاویؒ حنفی نے درِ مختار کی شرح میں فرمایا ہے:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یصل عشرین، بل ثمانیا۔"

(مصری، جلد اول ص ۲۹۵)

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی نماز بیس ۲۰ رکعت نہیں پڑھی، بلکہ آٹھ رکعت پڑھی ہے۔"

دوسری شہادت حنفی مذہب کے مشہور امام علامہ ابن ہمامؒ، فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

"فتحصل من هٰذا كلّه انّ قيام رمضان سنّة احدٰى عشرة ركعة بالوتر في جماعة فعلهٗ عليه السّلام ثم تركهٗ لعذرٍ" (جلد اول، طبع مصری ۳۷)

"اس تمام بحث سے یہ بات حاصل ہوئی کہ دراصل تراویح (مع وتر گیارہ رکعت) باجماعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ رکعت پڑھی ہیں، پھر آپؐ نے عذر کی بناء پر جماعت کو ترک کر دیا۔"

تیسری شہادت مولانا احمد علی سہارنپوری حنفی، حاشیہ بخاری ص۱۵۴ پر فرماتے ہیں:

"انّ قيام رمضان سنّة احدٰى عشرة ركعة بالوتر فعلهٗ عليه السّلام۔"

یعنی تراویح کی نماز بمع وتر، گیارہ رکعت سنّت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ رکعت نمازِ تراویح بمع وتر پڑھی ہے۔

چوتھی شہادت مولانا انور شاہ دیوبندی کاشمیری فرماتے ہیں:

"لامناص من تسليم انّ تراويحه عليه السلام كانت ثمانية ركعات ولم يثبت في رواية من الرّوايات انّه عليه السّلام صلّى التّراويح والتّهجّد عليحدة في رمضان۔"

(العرف الشذی ص۳۲۹)

یعنی "یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح کی نماز آٹھ ہی رکعت تھی۔ اور یہ بات کسی روایت سے ثابت نہیں کہ نمازِ تراویح اور تہجد دونوں جدا جدا نمازیں تھیں۔"

جیسا کہ بعض حنفیہ یہ کہہ کر گیارہ، گیارہ، بائیس اور ایک تیئس کی گنجائش نکالتے ہیں۔

فافهموا! اس سے آگے چل کر ص۳۳۰ پر لکھتے ہیں:

"وامّا النّبي صلّى الله عليه وسلم فصحّ عنه ثمان ركعات، وامّا عشرون ركعة فهو عنه عليه السّلام بسند ضعيف، وعلٰى ضعفه اتّفاق۔"

یعنی "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر صرف آٹھ رکعت ہی ثابت ہیں، بیس۲۰ رکعت والی روایت بالاتفاق ضعیف ہے۔"

پانچویں شہادت ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں:
"انّ التّراویح فی الاصل احدی عشرۃ رکعۃ فعلہ علیہ السلام"

یعنی نمازِ تراویح دراصل (مع وتر کے) گیارہ رکعت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل سے ثابت کیا ہے۔

اکابر دیوبند کی بیس تراویح ثابت کرنے کی ناکام کوشش

سنن ابی داؤد ایسی مشہور و معروف اور مستند درسی کتاب، جو صحاح ستہ کا جزوِ اعظم شمار کی جاتی ہے، اس میں نمازِ تراویح باجماعت کا ابتدائی واقعہ یوں مروی ہے:

"عن الحسن انّ عمر بن الخطاب جمع النّاس علیٰ ابیّ بن کعب فکان یصلّی بھم عشرین لیلۃ ولا یقنت بھم۔ الحدیث"

(سنن ابی داؤد، باب قنوت الوتر، مطبوعہ مصر۔ ابوداؤد، مطبوعہ محمدی دہلی ۱۲۶۴ھ، جلد اوّل صـ۲۰۲۔ ابوداؤد مطبوعہ قادری دہلی ۱۲۷۲ھ، جلد اوّل صـ۲۰۱)

الغرض، دنیا بھر کے مطبوعہ اور قدیم قلمی نسخوں میں یہ حدیث "عشرین لیلۃ" ہی کے لفظ سے منقول ہے۔ نہ صرف یہی، بلکہ علامہ ولی الدینؒ ایسے مشہور محدث نے مشکوٰۃ المصابیح میں بھی یہ حدیث ابوداؤد کے حوالہ سے "عشرین لیلۃ" ہی کے لفظ سے نقل کی ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف کے جمیع قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں یہ حدیث اسی لفظ سے پائی جاتی ہے۔

(ملاحظہ ہو مشکوٰۃ مطبوعہ نور محمد حنفی نقش بندی صـ۱۱۴، باب قنوت الوتر، فصل ثالث مرقاۃ المصابیح، شرح مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ مصر صـ۱۶۷، فصلِ ثالث۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، باب قنوت الوتر، فصلِ ثالث)

پہلی کوشش مولانا محمود الحسن صاحب، جو اکابر دیوبند میں سے ہیں اور حجۃ الاسلام و شیخ الہند کے نام سے مشہور ہیں، نے سنن ابی داؤد مطبوعہ مجتبائی دہلی کی تصحیح کرتے وقت اس حدیث کے متن میں تو لفظ "عشرین لیلۃ" ہی رہنے دیا، لیکن حنفیت کی تائید کے لیے "لیلۃ" پر نسخہ کا نشان دے کر حاشیہ میں یوں لکھ دیا کہ:

"رکعۃ کذا فی نسخۃ مقررۃ علی الشیخ المولانا محمّد اسحٰق

رحمہ اللہ تعالیٰ "

(ابوداؤد جلد ا ص ۲۰۹ مطبوعہ مجتبائی طبع ثانی تصحیح کردہ شیخ الہند)

دوسری کوشش مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری حنفی نے شیخ الہند کے تصحیح کردہ ابوداؤد کو پسند کرتے ہوئے "بذل المجھود فی حل ابی داؤد" اسی پر لکھی ہے۔ اور باب قنوت فی الوتر کی حدیث "عشرین لیلۃ" کے متن اور حاشیہ کو اسی طرح بحال رکھتے ہوئے خاموشی اختیار کی ہے۔ یعنی متن ابوداؤد میں تو "عشرین لیلۃ" ہی رکھا اور حاشیہ پر لکھ دیا:

" رکعۃ کذا فی نسخۃ مقدرۃ علی الشیخ المولانا محمد اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ " (ملاحظہ ہو بذل المجھود ص ۳۲۶)

یوں آنے والی نسلوں کو یہ دھوکا دیا ہے کہ سنن ابی داؤد میں "عشرین لیلۃ" اور "عشرین رکعۃ" دونوں طرح آیا ہے!

اصل حقیقت حضرت شیخ محمد اسحاق محدث دہلوی کے درس کی حقیقت یہ ہے کہ ان کے خاص الخاص شاگرد مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری، جو خاص طور پر حضرت شیخ کے درس کا حوالہ ذکر کرنے کے عادی ہیں، "صحیح بخاری" باب اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ" کے حاشیہ میں بغیر اپنی تحقیق کئے صرف شیخ الہند کے قول سے:

" الا رکعتی الفجر "

کا حوالہ دیتے ہیں۔ اگر مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری "رکعۃ" والے نسخہ کا ذکر درس شیخ میں سُن پاتے، تو اپنی محشی مشکوٰۃ یا بخاری میں ضرور ذکر کرتے۔ اور ایسے ہی حضرت شیخ کے دوسرے تلمیذ نواب قطب الدین صاحب نے بھی مظاہر حق میں ذکر نہیں کیا۔

پھر شیخ کے قریب زمانہ میں دو حنفی بزرگوں کی تصحیح سے سنن ابی داؤد کے دو نسخے مطبوع ہیں: ایک قادری دہلی اور دوسرا احمدی دہلی، جن کا حوالہ شروع میں ذکر ہو چکا ہے۔ ان میں بھی حنفی بزرگوں نے "رکعۃ" والے نسخہ کا ذکر نہیں کیا، جو اس امر کی مجسم دلیل ہے کہ یہ سب حضرت مولانا محمود الحسن صاحب اور گنگوہی صاحب باپ بیٹے کی ساخت پرداخت ہے۔

تیسری کوشش شیخ الہند چونکہ حنفیت کی تائید کے لیے تحریف کی شاہراہ تیار کر چکے تھے، اس لیے مولوی فخر الحسن اور فیض الحسن صاحبان گنگوہی

اکابر دیوبند، دونوں باپ بیٹے نے ابوداؤد مطبوعہ مجیدی کانپور ۱۳۴۵ھ کی تصحیح و حواشی کرتے ہوئے "رکعۃ" کو متنِ حدیث میں لکھ کر اس پر "نسخہ" کا نشان دیتے ہوئے حاشیہ میں "لیلۃ" کو نسخہ قرار دے دیا۔ (ملاحظہ ہو ابوداؤد ص ۲۰۲ مع حاشیہ تعلیق المحمود، جلد اول مطبوعہ مجیدی کانپور)

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ع

بڑے میاں بس بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ!

چوتھی کوشش

چوتھے صاحب تشریف لائے تو انہوں نے تمام کمیوں کو یوں پورا کیا کہ "عشرین لیلۃ" کو متنِ حدیث میں ہی "عشرین لیلۃ رکعۃ" کر دیا۔ (ملاحظہ ہو ابوداؤد ص ۲۰۲ مطبوعہ نولکشور)

ے جہرباں جس کو سمجھتے تھے ستمگر نکلا
لعل پہ جس کا گماں کرتے تھے، پتھر نکلا

قدرتِ خداوندی دیکھئے

اگرچہ مقلدین حضرات نے مسئلہ بیس رکعت تراویح کو حدیث ابوداؤد سے مستند کرنے کی خاطر مسلسل و پیہم چار مرتبہ سر توڑ کوشش کی، مگر بمصداق

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!

مالکِ حقیقی نے (جو اپنے دینِ قیم کا خود محافظ ہے اور قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ: "نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ") پہلے سے خود متقدمین احناف ہی کے ہاتھوں سامان تیار کرا رکھے ہیں:

اوّلاً: تراویح باجماعت کے عمل کی ابتداء چونکہ مسجد نبوی سے ہوئی ہے، لہٰذا صحابہؓ اور ان کی اولاد در اولاد نسلاً بعد نسلٍ اسی عمل کی نقل در نقل پابندی سے کرتے رہے۔ پس جب مسجدِ نبویؐ سے تراویح کی نماز باجماعت کے عمل کو دیکھا جاتا ہے تو امام الحرمین حضرت امام مالکؒ کا عمل حنفی مذہب کی مایۂ ناز کتاب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں یوں مرقوم نظر آتا ہے:

"وقیل احدی عشرۃ رکعۃ وھو اختیارہ ومالک لنفسہ"

(عمدۃ القاری باب قیام رمضان)

یعنی "امام مالکؒ گیارہ رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور یہی تعداد ان کو محبوب تھی"۔

نتیجہ : اس سے ظاہر ہے کہ عہدِ فاروقیؓ سے لے کر حضرت امام مالکؒ تک تراویح کی نماز گیارہ رکعت ہی پڑھی جاتی رہی، پس اس سے اکابرِ دیوبند حنفی حضرات کے اضافہ اور تحریف "عشرین رکعۃ" اور "عشرین لیلۃ رکعۃ" اور مولانا محمود الحسن صاحب اور صاحب بذل المجہود کی تائید علی الشیخ محمد اسحاق صاحب محدّث دہلوی کی حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ "عشرین رکعۃ" بیس تراویح جب عہدِ فاروقی سے ثابت ہی نہیں ہو سکی، تو سنن ابی داؤد میں اس کے متعلق اختلاف کا شبہ بھی کیونکر ہو سکتا ہے؟ — فافھم وتدبّر!

صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

علاوہ ازیں : جیسا کہ آپ اُوپر پڑھ چکے ہیں کہ حنفیوں کے بہت بڑے عالم علامہ طحطاوی حنفی نے درِ مختار کی شرح — اور علامہ ابنِ ہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ — اور مولانا احمد علی سہارنپوری نے حاشیہ بخاری — اور مولانا انور شاہ کاشمیری نے العرف الشذی — اور ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں نمازِ تراویح کے سنّت ثابت ہونے کا اعلان کیا ہے — لیکن دیوبندی حضرات تقلیدی جنون میں اس قدر مدہوش ہیں کہ سُنّتِ ثابت کے خلاف، عہدِ فاروقؓ کا تعامل ثابت کرنے کے لیے "عشرین لیلۃ" — اور — "عشرین رکعۃ" اور "عشرین لیلۃ رکعۃ" بناتے ہوئے بغعوا گئے:

"یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ"

یہودیت کی تحریف کا ریکارڈ بھی مات کرنے پر تُل چکے ہیں!

"فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖٓ اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ"!

نمازِ تراویح گیارہ رکعت مع وتر سُنّت ہے

اعلان : ان حالات میں ہم علی وجہ البصیرت اور پورے وثوق سے اعلان

کرتے ہیں کہ تراویح کی نماز آٹھ رکعت اور مع وتر گیارہ رکعت سنّت ہے خلفائے اربعہؓ میں سے کسی ایک خلیفہ سے بھی باسندِ صحیح ثابت نہیں کہ اس نے بیس رکعت نمازِ تراویح پڑھی ہو، یا پڑھنے کا حکم دیا ہو۔ البتہ بیس رکعت کے ثبوت میں ابن عباسؓ کی ایک مرفوع حدیث پیش کی جاتی ہے، جس کے ضعیف ہونے پر محدثین کو اتفاق ہے۔ اور چند ایک آثار پیش کئے جاتے ہیں، جو سب کے سب ضعیف ہیں اور استدلال کے قابل نہیں ہیں۔

حضرت ابنِ عباسؓ کی حدیث اور علمائے حنفیہ

"عن ابن عباسٍ انّ النبیّ صلّی الله علیه وسلّم کان یصلّی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر" (ابنِ ابی شیبہ طبرانی، بیہقی)

"حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے علاوہ بیس رکعت پڑھتے تھے۔"

اب اس حدیث کے متعلق علمائے حنفیہ کا نظریہ ملاحظہ فرمایئے:

علامہ عینی حنفی کا نظریہ آپ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان ہے، جو ابی بکر بن ابی شیبہ کا دادا ہے اور جسے

"کذّبه شعبه وضعّفه احمد وابن معین والبخاری والنّسائی وغیرهم"

کہ "شعبہ نے اس کو جھوٹا کہا ہے اور امام احمد، ابنِ معین، بخاری، نسائی وغیرہم محدّثین رحمہم اللہ نے اس کو ضعیف شمار کیا ہے۔"

امام ابنِ ہمام کا نظریہ "هٰذا الحدیث ضعیف بابی شیبة متّفق علیٰ ضعفه مع مخالفته للصّحیح" (فتح القدیر)

آپ فرماتے ہیں کہ "ابنِ عباس کی حدیث ابوشیبہ (ابراہیم بن عثمان، جو امام ابوبکر بن ابی شیبہ کا دادا ہے) کی وجہ سے ضعیف ہے، اور اس کے ضعف پر تمام محدّثین کو اتفاق ہے۔ علاوہ ازیں یہ (حضرت عائشہؓ کی) صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے۔"

حافظ زیلعی حنفی کا نظریہ "وهو معلول بابن ابی شیبة وهو متّفق علیٰ ضعفه" (نصب الرایہ)

"(ابن عباسؓ کی بیس رکعت والی) یہ حدیث ابن ابی شیبہ کی وجہ سے معلول ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کو اتفاق ہے۔"

مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی کا نظریہ

"ولا شك فى صحة عائشة وضعف حديث ابن عباس"

(التعليق المجد ص ۱۴۱)

"حضرت عائشہؓ کی (حدیث) کے صحیح ہونے اور ابن عباسؓ کی حدیث کے ضعیف ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔"

مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی کا نظریہ

"ولم يثبت رواية عشرين ركعة عنه صلى الله عليه وسلم كما هو متعارف الآن الا فى رواية ابن ابى شيبة وهو ضعيف، وقد عارضه حديث عائشةؓ وهو حديث صحيح۔" (فتح سر المنان)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت ثابت نہیں، جیسا کہ آج کل مروج ہے — البتہ ابن ابی شیبہ کی ایک روایت ہے، مگر وہ ضعیف ہے اور حضرت عائشہؓ کی گیارہ رکعت والی صحیح حدیث کے معارض بھی ہے۔"

کاندھلوی صاحب محدثین عظام اور فقہائے کرام کے متفقہ فیصلہ کے خلاف!

محدثین عظام اور تمام فقہائے احناف، یعنی:

- علامہ عینیؒ
- حافظ زیلعیؒ
- علامہ ابن ہمامؒ
- مولانا عبدالحی لکھنویؒ
- مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ

نے اس حدیث کو انتہائی ضعیف اور ناقابل عمل قرار دیا ہے، مگر جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کو دیکھئے کہ تعلیق الصبیح (مشکوٰۃ شریف کی شرح) میں

اس ضعیف و ناقابلِ حجت و اعتبار حدیث کو نماز باجماعت تراویح کے لیے قطعی اور آخری حجت قرار دیتے ہوئے محدثین اور فقہائے احناف کے متفقہ فیصلہ کے سراسر خلاف، انتہائی سینہ زوری سے کھلم کھلا لکھتے اور اصولِ حدیث کے نام سے عوام کو گمراہ کرنے کے لیے عجیب و غریب دھوکا دے رہے ہیں:

"اعلموا ان الحدیث الذی رواہ ابن عباسؓ فی عشرین رکعۃ الذی ضعف ائمۃ الحدیث ھو صحیح عند ھذا العبد الضعیف عفا اللہ عنہ لما ذکر العلامۃ السیوطی فی تدریب قال بعضھم یحکم للحدیث بالصحۃ اذا تلقاہ الناس بالقبول وان لم یکن لہ اسناد صحیح، و قال ابن عبد البر فی الاستذکار لما حکی الترمذی ان البخاری صحح حدیث "البحر ھو الطھور ماؤہ" اھل الحدیث لا یصححون مثل اسنادہ لکن الحدیث عندی صحیح لتلقی العلماء بالقبول الی ماذا کان الحدیث یصحح بتلقی العلماء الصالحین فکیف لا یصحح بتلقی الخلفاء الراشدین و سائر الصحابۃ و التابعین وجمھور الائمۃ والمجتہدین۔ الخ"!

(التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح، مطبوعہ دمشق ص ۱۰۵)

یعنی "جاننا چاہیئے کہ حدیث ابن عباسؓ، جو کہ بیس رکعت تراویح کے متعلق روایت کی جاتی ہے، اگرچہ باتفاقِ ائمہ حدیث ضعیف ہے، لیکن ہمارے نزدیک صحیح ہے کیونکہ علامہ سیوطیؒ نے تدریب میں ذکر کیا ہے: بعض محدثین کہتے ہیں کہ جب کسی حدیث کو لوگ عملاً قبول کر لیں، تو خواہ اس کی سند ضعیف ہی ہو، اس حدیث کو صحیح کہا جائے گا۔ اور جیسا کہ محدث ابن عبد البرؒ نے الاستذکار میں لکھا ہے: ترمذی نے حکایت کی ہے کہ امام بخاریؒ نے حدیث "البحر ھو الطھور ماؤہ" کی تصحیح کی ہے، حالانکہ محدثین اس قسم کی اسناد والی احادیث کو صحیح قرار نہیں دیتے، لیکن میرے نزدیک صحیح ہے۔ اس لیے کہ علماء نے اس کو بالاتفاق عملاً قبول کیا ہے۔ پس جب بوجہ علماء کے عملاً قبول و معمول کرنے کے ضعیف حدیث صحیح قرار دی جاسکتی ہے، تو پھر اس حدیث

کو نیوں نہ صحیح کہا جائے جسے حضرت خلفاء راشدینؓ اور تمام صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور جمہور امامانِ دینؒ اور مجتہدینؒ نے عملاً قبول فرمایا۔"

لطیفہ : کاندھلوی صاحب کے استدلال کی اصل حقیقت بالکل وہی ہے، جیسے مشہور ہے کہ کسی نے بھوکے سے سوال کیا :

"دو اور دو کتنے ہوئے ؟"

اُس نے جواب دیا :

"چار روٹیاں !"

یعنی امام سیوطیؒ نے تو اُس حدیث کو صحیح کہا ہے، جس کے معنی پر اجماع ہے۔ اور تلقی علماء سے یہی مراد ہے کہ کسی کو اس پر انکار نہ ہو اور بلا نکیر سب اسے قبول کرتے چلے آئے ہوں ــــ جیسا کہ تدریب کی اگلی عبارت سے ظاہر و ثابت ہے اور جسے کاندھلوی صاحب نے ذکر ہی نہیں کیا، بلکہ عمداً اسے چھوڑ دیا ہے ــــ پوری عبارت ملاحظہ فرمائیے :

"وقال فی التمهید روی جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدینار اربعة وعشرون قیراطاً قال وفی قول جماعة العلماء واجماع الناس علی معناه غنی عن الاسناد۔ قال فی قول جماعة العلماء واجماع الناس معناه غنی الاسناد وقال الاستاذ ابو اسحاق الاسفرائنی تعرف صحة الحدیث اذا اشتهر عند ائمة الحدیث بلا نکیر منهم وقال نحوه ابن فورك۔"

(تدریب الراوی ص۱۵ مصری)

"تمہید میں حافظ ابنِ عبد البرؒ فرماتے ہیں، جابرؓ نے روایت کیا کہ دینار چوبیس قیراط کا ہوتا ہے۔ حافظ صاحب تمہید میں لکھتے ہیں : چونکہ اس حدیث کے معنی پر جماعت علماء اور لوگوں کا اجماع ہے، اس لیے اسناد کی صحت و ثقاہت کی ضرورت ہی نہ رہی ــــ جیسا کہ استاذ ابو اسحاق اسفرائنی فرماتے ہیں کہ : جب کوئی حدیث، ائمہ حدیث کے نزدیک مشہور ہو جائے اور اس کے معنے پر کسی نے اعتراض نہ کیا ہو، تو اس حدیث کو صحیح سمجھا جائے گا۔"

ناظرینِ کرام ! تدریب کی اصل عبارت معہ ترجمہ آپ کے سامنے ہے کہ ــــ

بعض محدثین اُس ضعیف الاسناد حدیث کو صحیح کہتے ہیں جس کے معنیٰ اور مفہوم کو صحابہؓ، علماءؒ اور صلحاءؒ بالاتفاق قبول و معمول رکھتے ہوں ——— جسے دوسرے الفاظ میں تلقی با القبول کہا گیا ہے ۔

لیکن کاندھلوی صاحب ہیں کہ بیس رکعات کی اس حدیث کو مذکورہ اصول سے صحیح ثابت کرنے پر مستعد اور کمر بستہ ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متفقہ معمول اور حضرت عمرؓ کے مسلّم احیاء کے بالکل خلاف و معارض ہونے کے ساتھ ساتھ، باتفاق محدثین اور فقہائے احناف رحمہم اللہ تعالیٰ ضعیف ہے ۔ جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں ۔

ع چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی !

بیس رکعت نمازِ تراویح اور آثارِ صحابہؓ کرام

پہلا اثر "کانوا یقومون علیٰ عہد عمر بن الخطاب فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ ۔"

اس اثر کی سند میں ابو عبد اللہ ہے، جو مجہول الحال ہے ۔ اس لیے یہ اثر استدلال کے قابل نہیں ۔ بلکہ سائب بن یزیدؓ سے باسند صحیح ثابت ہے کہ :

"کنّا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب باحدیٰ عشرۃ رکعۃ ۔"

(سنن سعید بن منصور)

یعنی "ہم حضرت عمرؓ کے زمانے میں گیارہ رکعت نمازِ تراویح پڑھا کرتے تھے ۔"

اس اثر کے بارے میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے :

"اسنادہٗ فی غایۃ صحۃ ۔"

کہ "اس کی سند انتہائی درجہ کی صحیح ہے ۔"

(المصابیح فی صلوٰۃ التراویح)

دوسرا اثر دوسرا اثر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیش کیا جاتا ہے، جو بیہقی میں ہے ۔ اس سند میں حماد بن شعیب راوی ہے، جو ضعیف ہے ۔ چنانچہ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ :

"ضعّفہ ابن معین وغیرہ وقال یحییٰ لایکتب حدیثہ وقال

البخاری فیہ نظر فقال النسائیؒ ضعیف قال ابن عدی اکثر حدیثہ بما لا یتابع علیہ۔" (میزان الاعتدال)

یعنی "حماد بن شعیب کو ابنِ معین وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ اور یحییٰ نے کہا ہے کہ اس کی حدیث لکھنے کے قابل نہیں۔ امام بخاریؒ نے کہا ہے کہ اس میں نظر ہے۔ نسائیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور ابنِ عدیؒ نے کہا ہے کہ اس کی اکثر حدیثیں متابعت کے لائق نہیں۔"

نوٹ: امام ابنِ ہمام حنفی شارح ہدایہ فرماتے ہیں:

"واذا قال البخاری للرجل فیہ نظر فحدیثہ لا یحتج بہ ولا یستشھد بہ ولا یصلح الاعتبار۔" (التحریر)

کہ "جب امام بخاریؒ کسی شخص کے متعلق "فیہ نظر" لکھ دیں تو نہ اس کی حدیث حجت کے قابل ہے، نہ ہی اس سے استشہاد کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی وہ اعتبار کے لائق ہے۔"

لہٰذا حضرت علیؓ کا یہ اثر استدلال و احتجاج کے قابل نہیں ہے!

تیسرا اثر "عن یزید بن رومان انہٗ قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرین رکعۃ۔" (مؤطا امام مالکؒ)

"حضرت یزید بن رومانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانے میں نمازِ تراویح بیس رکعت پڑھی جاتی تھی۔"

یہ اثر منقطع مرسل ہے، جو حجت کے قابل نہیں ہے۔ علاوہ ازیں درج ذیل حدیث:

"علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔"

پیش کر کے زور دیا جاتا ہے کہ بیس۲۰ رکعت نمازِ تراویح سنتِ خلفائے راشدینؓ ہے۔ اور سنتِ خلفائے راشدینؓ کا لزوم ایسا ہے، جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا!

مندرجہ بالا حدیث کی روشنی میں ماننا پڑے گا کہ جو لوگ بیس۲۰ رکعت نمازِ تراویح سنت سمجھ کر پڑھتے ہیں، وہ حدیث: "علیکم بسنتی" کی سب سے زیادہ مخالفت کرتے ہیں۔ کیونکہ بلا اختلاف سب نے تسلیم کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

نمازِ تراویح گیارہ رکعت (یعنی آٹھ نفل اور تین وتر) تھی۔

مذکورہ بالا حدیث میں اگر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے مُراد صرف خلفائے اربعہ یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ہوں، تو ان میں سے کسی ایک خلیفہ کے متعلق با سندِ صحیح قطعاً ثابت نہیں کہ انہوں نے بیس رکعت نمازِ تراویح پڑھی ہوں۔ بلکہ با سندِ صحیح ثابت ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعت نمازِ تراویح (مع وتر) پڑھانے کا حکم دیا۔ تعاملِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عنوان کے تحت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت گذر چکی ہے، انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعت نمازِ تراویح (مع وتر) پڑھنے کا حکم دیا۔

آمدم برسرِ مطلب! ہماری بحث اس سے نہیں ہے کہ کسی دور میں تراویح کی نماز بیس رکعت نہیں پڑھی گئی، بلکہ ہم مانتے ہیں کہ پڑھی گئی ہیں ـــ لیکن وہ استحباب کا درجہ رکھتی ہیں! ـــ گوشِ ہوش سے سُنیے کہ تراویح کی اس تعداد کو سنّت یا سنّتِ موکّدہ نہیں کہا جا سکتا۔ اس لیے کہ کسی صحیح حدیث سے یا کسی صحیح اثر سے یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت پڑھائی ہوں یا پڑھنے کا حکم دیا ہو ـــ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت نمازِ تراویح پڑھی ہوں یا پڑھنے کا حکم دیا ہو ـــ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھی ہوں یا حکم دیا ہو ـــ خلیفۂ سوم حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت پڑھی ہوں یا حکم دیا ہو! ـــ خلیفۂ چہارم نے بیس رکعت نمازِ تراویح پڑھی ہو یا حکم دیا ہو! ـــ لہٰذا بیس ۲۰ رکعت تراویح کو سنّت نہیں کہا جا سکتا، بلکہ سنّت تعداد آٹھ رکعت ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت تراویح پڑھی ہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آٹھ رکعت ہی پڑھی ہیں، جیسا کہ علماء اکابرِ حنفیہ نے اس کو تسلیم کیا ہے۔

الحاصل: اہلِ حدیث کا مسلک عین سنّت کے مطابق ہے۔ بیس رکعت تراویح سنّت بھی نہیں ہے، چہ جائیکہ اس کو سنّتِ موکّدہ کہا جائے، بلکہ زیادہ سے زیادہ استحباب کا درجہ رکھتی ہے۔ جیسا کہ علمائے حنفیہ نے بیان فرمایا ہے!

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!

اللّٰھم ارنا الحق حقًّا وارزقنا اتباعہٗ!

تعارف و اپیل

جناب ارشاد احمد ارشد
سب ایڈیٹر روزنامہ "شمال" ایبٹ آباد

کشمیری مہاجرین و مجاہدین کی خدمت کے لیے مصروفِ عمل

"کشمیر ایجوکیشنل اینڈ ریلیف سوسائٹی"

مقبوضہ کشمیر میں تحریکِ آزادی کی ابتداء سے ہی بھارتی حکومت نے اسے کچلنے کے غیر معمولی انتظامات شروع کر دیے، البتہ نئی دہلی کے یہ اندازے غلط ثابت ہوئے کہ تحریکِ مزاحمت چند بے روزگار نوجوانوں کی طرف سے شروع کی گئی۔ احساسِ محرومی کی تحریک ہے اور یہ منظم عوامی تحریک کا روپ نہیں دھار سکے گی۔ بھارت نے ہر وہ طریقہ اور حربہ آزمایا جس سے حقِ خود ارادیت کی آواز کو دبایا جا سکتا تھا، لیکن اسے ہر طرف سے ناکامی ہوئی۔ ظلم و تشدد جس قدر بڑھا، کشمیری عوام کے حوصلے، آرزوئے شہادت اور جذبۂ حریت میں اسی قدر اضافہ ہوا۔ شہادتوں اور عظمتوں کے سفر نے تحریکِ جہاد کو ایک نئی مہمیز اور جلا عطا کی۔ ہر کشمیری مرد و زن اور پیر و جوان اپنی بساط کے مطابق اپنا کردار ادا کرنے اور اپنے فریضہ کی کماحقہٗ ادائیگی کے لیے کمربستہ ہوا۔ مقبوضہ کشمیر کی کٹھ پتلی انتظامیہ نے گنجان آبادی والے شہروں، قصبوں، محلوں، بڑی بڑی شاہراہوں اور تجارتی مراکز میں مستقل مورچہ بندی کر دی، دن رات کا مسلسل کرفیو نافذ کیا گیا اور کریک ڈاؤن، خانہ تلاشی، شناختی پریڈ، نیز معصوم اور بے گناہ عوام کے قتل کا لامتناہی سلسلہ چل نکلا۔ انٹیروگیشن سنٹروں میں اسیروں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک، زیرِ حراست اموات میں ناقابلِ برداشت حد تک اضافہ ہوا۔
سرحدی دیہات کی پانچ کلومیٹر کی پٹی کو علاقہ ممنوعہ قرار دے کر کرفیو لگا دیا گیا اور ان علاقوں کے باسیوں پر وحشیانہ مظالم ڈھانے شروع کر دیے گئے، ان کی نقل و حرکت پر پابندی عائد کر دی گئی۔ دیہی آبادی کی پولیس، نمبردار اور چوکیدار کی نگرانی میں گنتی کا راہداری سسٹم رائج کیا گیا۔ عوام کو گاؤں سے باہر ۱۲ گھنٹوں کی مسافت پر جانا ہوتا تو اتنی مدت کے لیے اپنے مقامی